کون اِس کا حساب رکھتا ہے؟

یہ حقیقت تو طے شدہ ٹھہری
ہے توانائی جنس لافانی
پھر اذیت جو روح سہتی ہے
درد وغم اور ملال کی صورت
وہ کلیجے کو چھلنی کرتی ہے
آہ بن کر جو راہ پاتی ہے
کون سا روپ اُس کا ہوتا ہے؟
کون اس کا حساب رکھتا ہے؟
کیا، ہے یہ درد جسم تک محدود؟
یا خلاؤں میں آہ ہے موجود؟
کوئی تجسیم اس کی ہوتی ہے؟
یا یہی مان کر چلا جائے؟
سارے احساس دل کے ساتھ گئے!
کون اس کا حساب رکھتا ہے؟
روز سہتے ہیں ظلم چوپائے
پیڑ پودے تباہ ہوتے ہیں
جبر جاری ہے صنفِ نازک پر
آندھیوں میں پرند مرتے ہیں
وہ جو لمحہ اذیتوں کا ہے
کون اس کا حساب رکھتا ہے؟
جھیل میں عکس، اُڑتے طائر کا
عارضی لمس چھوڑ جاتا ہے
شمع جلتی ہے جل کے مٹنے کو
موم روتا ہے اپنی قسمت پر
کون سی شے ہے وجہ جذب وکشش؟
درد کوئی کہیں ہے پوشیدہ؟
کون اس کا حساب رکھتا ہے؟
ایک دن جب نظر فلک پہ گئی
جلتے تاروں کو غور سے دیکھا
سارے درد والم سمیٹے ہوئے
وہ فروزاں تھے، رقص کرتے تھے
درد نے خوب روپ دھارا ہے
یہ جواباً اثرؔ اشارہ ہے
کیا فلک سے زمین پر بھی کبھی
سارے تارے انڈیل سکتا ہے؟
جو مکمل حساب رکھتا ہے؟

مرغوب اثرؔ فاطمی گیاوی
محلّہ علی گنج، روڈ نمبر 7، گیا (بہار)

بچپن

عزیزو! ہم کو اپنا پیارا بچپن یاد آتا ہے
وہ جھولے یاد آتے ہیں وہ گلشن یاد آتا ہے
جہاں ہم چھٹیوں کے دن میں اکثر کھیلا کرتے تھے
وہ گلیاں یاد آتی ہیں، وہ آنگن یاد آتا ہے
مزا آتا تھا ہم کو اپنی امّی کو ستانے میں
اُٹھاتی تھیں وہ اکثر ہنس کے بیلن! یاد آتا ہے
جو ابّو مارتے ہم دیر تک آنسو بہاتے تھے
جھڑی وہ آنسوؤں کی اور ساون یاد آتا ہے
وہ ساتھی اپنے بچپن کے نہ جانے اب کہاں ہوں گے
وہ محسن یاد آتا ہے وہ موہن یاد آتا ہے
کبھی لڑتے جھگڑتے ہم تو فوراً مل بھی جاتے تھے
ذرا سی دیر کو ہوتی تھی ''ان بن'' یاد آتا ہے
دسہرا، عید، دیوالی سبھی مل کر مناتے تھے
وہ نادرِ مجمعِ شیخ و برہمن یاد آتا ہے

ممتاز نادرؔ
مولانا آزاد نگر، دھولیہ (مہاراشٹر)